Research Journal
Tahqeeqat
جلد:5، شمارہ:1، 2026ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل تحقیقات

اردو نعت میں وحدتِ امہ کے تصورات کا جائزہ؛ منتخب اشعار کی روشنی میں

A review of the concepts of unity of the Ummah in Urdu Naat;in the light of selected VIslamaba

Mansoor Akram
Ph. D Scholar, MY University, Islamabad
drmansoorjoyiea@gmail.com

منصور اکرم
پی ایچ.ڈی اسکالر مائی یونیورسٹی، اسلام آباد

Dr. Baqir Waseem
Assistant Professor Department of Urdu,
MY University, Islamabad

ڈاکٹر باقر وسیم
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Urdu Naat is not merely a genre of religious praise but a profound socio-cultural and intellectual manifesto that serves as the bedrock of "Wahdat-e-Ummah" (Unity of the Ummah). This research article explores the thematic evolution of Urdu Naat, analyzing how it transcends individual devotion to become a collective call for Muslim solidarity. By examining selected verses and scholarly sources, the study delves into fundamental concepts such as the Primordial Covenant of Prophets, the Brotherhood of Medina (Muwakhaat), and the elimination of racial and ethnic prejudices through the Prophetic model. The article further investigates contemporary themes of "Ashob-e-Millat" (The Grief of the Nation), focusing on the literary responses to global Muslim crises in Palestine, Kashmir, and Iraq. It highlights how ninteenth and twentieth-century poets, including Allama Iqbal, Ahmad Nadeem Qasmi, and contemporary voices like Sabih Rehmani, have utilized Naat as a tool for "Istighasa" (supplication for help) and a roadmap for the restoration of the "Nizam-e-Mustafa" (The Prophetic System). The findings suggest that Urdu Naat has evolved into a powerful literary movement that bridges sectarian divides and offers a universal charter of peace, positioning the love for Prophet Muhammad ﷺ as the ultimate catalyst for the reunification and intellectual revival of the Muslim world.

Keywords: *Urdu Naat, Wahdat-e-Ummah, Islamic Solidarity, Prophetic Biography (Seerah), Collective Consciousness, Contemporary Muslim Crises, Global Peace Manifesto, Nizam-e-Mustafa, Istighasa, Literary Movement.*

کلیدی الفاظ: اُردو نعت، وحدت اُمہ، سیرت نبوی ﷺ، اجتماعی شعور، اسلامی یکجہتی، عالمی امن منشور، نظام مصطفےٰ ﷺ، استغاثہ، ادبی تحریک

وحدتِ امہ محض ایک سیاسی نعرہ یا سماجی اصطلاح نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ گیر قرآنی تصور اور اسلامی فکر کی وہ بنیاد ہے جو مسلمانوں کے درمیان موجود تمام جغرافیائی، لسانی، نسلی اور مسلکی امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر انہیں ایک 'جسدِ واحد' (ایک جسم) میں ڈھالنے کا نام ہے۔ اس کا حقیقی مفہوم اس فکری یکسوئی اور قلبی یگانگت میں پوشیدہ ہے جس کا سرچشمہ 'کلمۂ توحید' اور جس کا مرکز 'ذاتِ رسالت مآب ﷺ' ہے۔ وحدتِ امہ کا مقصد ایک ایسی عالمگیر برادری کی تشکیل ہے جو اپنے فروعی اختلافات کو شعوری طور پر نظر انداز کرتے ہوئے ایک مشترکہ نصب العین، یعنی غلبۂ دین

اور خدمتِ انسانیت پر یکجا ہو جائے۔ عصرِ حاضر کے تناظر میں وحدتِ امہ سے مراد وہ بیداری ہے جو امتِ مسلمہ کو داخلی خلفشار اور خارجی استعمار کے مقابلے میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دے، جہاں ہر مسلمان دوسرے کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھے اور پوری امت کی مرکزیت صرف اور صرف اسوۂ محمدی ﷺ پر استوار ہو۔

اردو نعت محض ایک صنفِ سخن نہیں بلکہ یہ اسلامی فکر اور تہذیبی تشخص کا وہ منبع ہے جس کی جڑیں 'وحدتِ امہ' کے آفاقی تصور میں پیوست ہیں۔ یہ فن پارہ اپنی بنیادوں میں اس مرکزِ ثقل کی طرف رجوع کا نام ہے جس نے چودہ سو سال قبل منتشر قبائل کو ایک جسدِ واحد میں بدل کر تاریخ کا دھارا موڑ دیا تھا۔ نعت کی ہمہ گیریت کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ یہ انفرادی عقیدت کے حصار سے نکل کر ایک ایسے عالمی منشورِ امن کی صورت اختیار کر لیتی ہے جہاں رنگ، نسل اور جغرافیہ کی تقسیم بے معنی ہو جاتی ہے۔ درحقیقت، نعت کا ہر حرف اس سچائی کا اعتراف ہے کہ امتِ مسلمہ کی فکری شیرازہ بندی اور اخلاقی بقا صرف اسی ذاتِ اقدس ﷺ سے والہانہ وابستگی میں مضمر ہے جو تمام جہانوں کے لیے رحمت اور پوری انسانیت کے لیے اسوۂ کامل بن کر تشریف لائے۔ نعت کا یہ آفاقی مفہوم اس بات پر زور دیتا ہے کہ مسلمانوں کی مرکزیت کسی مادی طاقت میں نہیں بلکہ اس قلبی تعلق میں ہے جو کائنات کی اصل 'حقیقتِ محمدی ﷺ' سے جڑا ہوا ہے۔

تاریخی اور موضوعاتی تناظر میں دیکھا جائے تو اردو نعت نے ہر عہد کے سماجی اور سیاسی آشوب کو اپنی شعریات کا حصہ بنا کر امت کے اجتماعی ضمیر کی ترجمانی کی ہے۔ میثاقِ انبیاء کی ازلی اساس سے لے کر مواخاتِ مدینہ کی عملی تعبیر تک، نعت نگاروں نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت کو ایک ایسی لڑی کے طور پر پیش کیا ہے جس میں پوری امت ایک تسبیح کے دانوں کی طرح پروئی ہوئی ہے۔ عصرِ حاضر کی نعت میں استغاثہ اور استمداد کا بڑھتا ہوا رجحان دراصل اس فکری بیداری کا ثمر ہے جہاں نعت گو شاعر کشمیر، فلسطین اور عراق کے زخموں کو امت کے مشترکہ دکھ کے طور پر محسوس کرتا ہے اور ان کا حل 'نظامِ مصطفیٰ ﷺ' کی بحالی میں تلاش کرتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اسی فکری تسلسل اور وحدتِ امہ کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ منتخب کلام کی روشنی میں کیا گیا ہے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ نعت کس طرح ایک ادبی صنف سے بلند ہو کر امت کی نظریاتی یکجہتی، تفرقہ بازی کے خاتمے اور ملی تعمیرِ نو کی ایک طاقتور علمی و ادبی تحریک بن چکی ہے۔

لغوی اعتبار سے لفظ 'نعت' عربی زبان کے مادہ (ن-ع-ت) سے مشتق ہے، جس کے بنیادی معنی صفت بیان کرنے، تعریف کرنے یا کسی شے کے جوہر کو نمایاں کرنے کے ہیں۔ اگرچہ عربی لغات میں اسے ہر قسم کی اچھی صفت کے لیے استعمال کیا گیا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ لفظ اپنی عمومیت سے نکل کر حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے لیے مخصوص ہو گیا۔ یہ تخصیص بذاتِ خود اس امر کی دلیل ہے کہ کائنات کے تمام اوصافِ حسن و جمال اپنے کمال کے ساتھ اسی ذاتِ اقدس میں مجتمع ہیں، جو تمام انسانوں کے لیے نمونہ عمل بن کر تشریف لائے۔

نعت کی اصطلاحی تعریف اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ یہ صنف کسی خاص شعری ہیئت (جیسے غزل یا نظم) کی پابند نہیں، بلکہ یہ ایک مرکزی موضوع اور فکر سے وابستہ ہے۔ یہی فکری مرکزیت نعت کو آفاقیت عطا کرتی ہے، کیونکہ اس کا ممدوح کسی ایک قوم یا قبیلے کا نہیں بلکہ 'رحمت اللعالمین' کی حیثیت سے پوری کائنات کا محسن ہے۔ اس تناظر میں نعت نگاری دراصل اس عالمی منشور کی شعری تشریح بن جاتی ہے جو چودہ سو سال قبل انسانیت کو عطا کیا گیا تھا۔ نعت کا یہ آفاقی پہلو نسلِ انسانی کو جغرافیائی اور لسانی حدود سے بالاتر ہو کر ایک لڑی میں پرونے کا پیغام دیتا ہے۔

اردو نعتیہ شاعری کے فکری ارتقاء کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نعت گو شعراء نے سیرتِ طیبہ کے توسط سے زندگی کے تمدنی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ وحدتِ انسانیت کا پیغام نعت کے خمیر میں اس طرح رچا بسا ہے کہ شاعر جب حضور ﷺ کے عدل، مساوات اور عفو و درگزر کا ذکر کرتا ہے تو وہ غیر محسوس طریقے سے ایک ایسے عالمی معاشرے کا نقشہ کھینچ رہا ہوتا ہے جہاں رنگ و نسل اور طبقہ و نسب کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ نعت کا یہی سماجی پہلو اسے ایک متحرک صنف بناتا ہے۔ اس صنفِ سخن کی وسعت کے حوالے سے نوشین کوثر اپنے تحقیقی مقالے میں رقم طراز ہیں:

"نعت کا موضوع بظاہر تنگ اور محدود نظر آتا ہے اس لئے کہ اس کی حدیں حضور اکرم ﷺ کی زندگی اور سیرت و شخصیت کے آگے نہیں بڑھ سکتیں لیکن غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسکا موضوع در حقیقت ایک انتہائی عظیم اور وسیع موضوع ہے... اس میں آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ زندگی اور سیرتِ مبارکہ کے توسط سے انسانی زندگی کے سارے تہذیبی و ثقافتی پہلو اور سیاسی و معاشرتی مسائل و مباحث در آتے ہیں۔"(1)

نعت کے ذریعے وحدتِ انسانیت کا پیغام اس لیے بھی موثر ہے کہ یہ دلوں کو جوڑنے کا کام کرتی ہے۔ جب ایک نعت گو حضور ﷺ کی بشریت اور رسالت کے امتزاج کو بیان کرتا ہے تو وہ دراصل انسانِ کامل کا وہ خاکہ پیش کر رہا ہوتا ہے جس کی جستجو ہر دور کے فلسفیوں اور مفکروں کو رہی ہے۔ نعت انسانی شعور کو مادہ پرستی کی پستیوں سے نکال کر روحانیت اور اخوت کی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔ یہ صنفِ سخن انسان کو اپنی حقیقت سے آشنا کرتی ہے اور اسے بتاتی ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے ہیں اور ان کی بقا باہمی محبت اور احترامِ آدمیت میں پوشیدہ ہے۔

قرآنِ حکیم کی سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر 81 میں اس عہد کا ذکر ملتا ہے جس کے تحت تمام انبیاء سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ آخری نبی ﷺ کی تشریف آوری پر ان کی نصرت اور تصدیق کریں گے۔ نعت گو شعراء نے اس قرآنی تناظر کو نعت کا حصہ بنا کر یہ واضح کیا ہے کہ امتِ محمدی ﷺ کی بنیاد اسی دن رکھ دی گئی تھی جب ارواحِ انبیاء نے حضور ﷺ کی سیادت کا اعتراف کیا تھا۔ میثاقِ انبیاء کا یہ تصور نعت میں ایک ایسے روحانی اتحاد کی صورت میں ابھرتا ہے جو امت کو محض ایک گروہ نہیں بلکہ ایک مقدس تسلسل کے طور پر پیش کرتا ہے۔

میثاق کا یہ عمل مرکزیتِ مصطفیٰ ﷺ کی وہ دلیل ہے جس کے سامنے کائنات کے تمام فلسفے ہیچ نظر آتے ہیں۔ نعت میں جب 'امام الانبیاء' کا لقب استعمال ہوتا ہے، تو اس کے پیچھے یہی میثاق کارفرما ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام رسولوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اس مرکزیت نے امت کو ایک ایسا محور عطا کر دیا ہے جہاں تمام سابقہ شریعتیں اپنے کمال کو پہنچ کر جذب ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نعتیہ شاعری میں حضور ﷺ کی ذات کو کائنات کا نقطۂ پرکار اور مقصدِ تخلیقِ آدم قرار دیا گیا ہے۔ اس موضوع کی فنی و فکری گہرائی کے حوالے سے ڈاکٹر محمد اعجاز تبسم اور ڈاکٹر خالد محمود اپنے مشترکہ آرٹیکل میں لکھتے ہیں:

تمنا تھی خلیل اللہ کے دل میں ان کی بعثت کی مبشر تھا مسیح ابن مریم ان کی آمد کا انبیا کو تھی امامِ انبیا کی آرزو کارواں کو اک امیر کارواں درکار تھا(2)

اس میثاق کی عملی تعبیر واقعہ معراج میں 'امامتِ انبیاء' کی صورت میں سامنے آئی۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء کا آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنا اس ازلی عہد کی مادی گواہی تھی۔ نعت گو شعراء نے اس منظر کو اتحادِ امت کی بہترین مثال کے طور پر پیش کیا ہے، جہاں زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر تمام برگزیدہ ہستیاں ایک ہی امام کے پیچھے صف بستہ نظر آتی ہیں۔ یہ منظر وحدتِ امہ کے اس تصور کو پختہ کرتا ہے کہ قیادت اور سیادت صرف اسی ہستی کا حق ہے جس کا عہد اللہ نے تمام نبیوں سے لیا تھا۔

رنگ و نسل کی تفریق انسانی تاریخ کا ایک ایسا سیاہ باب ہے جس نے صدیوں تک بنی نوع انسان کو طبقاتی کشمکش اور تذلیل میں مبتلا رکھا۔ اردو نعت میں مساواتِ محمدی ﷺ کا تصور محض ایک جذباتی نعرہ نہیں بلکہ ایک ایسی فکری بنیاد ہے جس نے انسانیت کو اس کے کھوئے ہوئے وقار سے ہمکنار کیا۔ شعراءِ نعت نے اس پہلو کو بڑی فنکاری سے اجاگر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل دنیا جس جاہلیت اور نسلی تفاخر میں غرق تھی، آپ ﷺ کے لائے ہوئے نظامِ عدل نے ان تمام مصنوعی دیواروں کو گرا کر ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جہاں برتری کا معیار صرف تقویٰ قرار پایا۔

تحریکِ نعت کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جدید نعت نگاروں، بالخصوص احمد ندیم قاسمی اور ان کے ہم عصروں نے، حضور ﷺ کی بشری عظمت اور سماجی انصاف کے پہلوؤں کو جدید لب و لہجے میں پیش کیا ہے۔ ان کے ہاں نعت کا کینوس اتنا وسیع ہے کہ اس میں صرف فرد کی نجات نہیں بلکہ پورے انسانی معاشرے کی تطہیر کا سامان موجود ہے۔ جب نعت میں یہ کہا جاتا ہے کہ 'آپ ﷺ نے انسان کو انسان بننے کا سلیقہ سکھایا' تو اس سے مراد وہی معاشرتی برابری ہے جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

مساوات کا یہ درس صرف الفاظ تک محدود نہیں بلکہ نعت گو شعراء نے اسے حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے عملی نمونوں سے ثابت کیا ہے۔ فتح مکہ کا واقعہ ہو یا خطبہ حجۃ الوداع، نعت میں ان واقعات کو بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے دشمنوں کو معاف کر کے اور غلاموں کو سینے سے لگا کر نسلی تفاخر کے بتوں کو پاش پاش کیا۔ یہ صنفِ سخن ہمیں بتاتی ہے کہ محمد عربی ﷺ کی لائی ہوئی تہذیب میں حسب و نسب کی نہیں بلکہ کردار کی اہمیت ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے کلام میں موجود اس فکری تازگی کے حوالے سے منتخب اشعار نقل کیے ہیں:

رنگ کی قید، نہ قدغن کوئی نسلوں کی یہاں
جس کے در سب پہ کھلے ہیں وہ دبستاں تُو ہے (5)
یہ بتانے کو کہ باوزن ہے انسان کی ذات
دستِ یزداں نے جو بخشی ہے وہ میزان تُو ہے (6)

اسلوبیاتی اعتبار سے شعراء نے ان مضامین کو بیان کرنے کے لیے 'خیر البشر' اور 'فخرِ آدمیت' جیسے القابات کا سہارا لیا ہے، جو اس بات کی علامت ہیں کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پوری انسانیت کے لیے یکساں نمونہ ہے۔ نعت کا یہ پہلو قاری کے اندر وہ تڑپ پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں بھی اسی عدل اور برابری کو رائج کرے جس کا خواب نعت میں دکھایا گیا ہے۔ یہ فکری وابستگی ہی امت کو ایک ایسی اکائی میں بدلتی

ہے جہاں جغرافیائی سرحدیں اور نسلی امتیازات ثانوی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ کلامِ مظہر الدین مظہر میں ان مذہبی اساطیری کرداروں کے ذریعے مساوات کے پیغام کی عکاسی ملتی ہے:

"مقامِ بوذر و سلماں ہے عشق کی معراج
کمالِ اوجِ خرد ہے حصولِ تاج و سریر (7)

نتیجتاً، نعتِ رسول ﷺ میں رنگ و نسل کے امتیاز کا خاتمہ اور مساوات کا فروغ ایک ایسی ہمہ گیر سچائی ہے جس نے اردو ادب کو نئی معنوی جہتیں عطا کی ہیں۔ یہ موضوع نعت کو ایک ایسی آفاقی جہت بخشتا ہے جو کائنات کے ہر انسان کے لیے قابلِ فخر ہے۔ جب تک نعت کہی جاتی رہے گی، مساواتِ محمدی ﷺ کا یہ پیغام دنیا کے ہر گوشے میں انسانیت کے احترام کی شمع روشن کرتا رہے گا اور منتشر گروہوں کو ایک مرکزِ وحدت پر جمع ہونے کی دعوت دیتا رہے گا۔

اردو نعتیہ ادب میں 'مواخاتِ مدینہ' محض ایک تاریخی واقعے کے طور پر نہیں بلکہ اسلامی اخوت اور وحدتِ امہ کے ایک ابدی استعارے کے روپ میں جلوہ گر ہے۔ یہ وہ عظیم الشان انقلابی قدم تھا جس نے یثرب کی سرزمین پر مہاجرین اور انصار کو ایک ایسی لڑی میں پرو دیا کہ خون کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ایثار و وفا کے رشتے استوار ہو گئے۔ نعت گو شعراء نے اس موضوع کو اپنی تخلیقات کا مرکز بنا کر یہ پیغام دیا ہے کہ امتِ مسلمہ کا عروج اسی باہمی اخوت اور بھائی چارے میں پوشیدہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے قائم فرمایا تھا۔

مواخات کا یہ عمل دراصل اس معاشرتی ڈھانچے کی خشتِ اول تھا جہاں 'میں' اور 'تُو' کا فرق مٹ گیا اور ہر مسلمان دوسرے کے دکھ سکھ کا ساجھی بن گیا۔ نعت نگاروں نے اس پہلو کو بڑی خوبصورتی سے نظم کیا ہے کہ کس طرح بے سروسامانی کے عالم میں مکہ سے آنے والے مہاجرین کو مدینہ کے انصار نے اپنے گھروں، کاروبار اور دلوں میں جگہ دی۔ یہ ایثارِ نفس انسانی تاریخ کا وہ معجزہ ہے جسے نعت گو شعراء نے امت کی شیرازہ بندی کے لیے ایک مثالی نمونے کے طور پر پیش کیا ہے۔

اردو نعت میں مواخات کے حوالے سے جو مضامین ملتے ہیں، ان میں جذبۂ انصار کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ شعراء نے یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ مواخات نے صرف دو انسانوں کو نہیں جوڑا بلکہ دو مختلف تہذیبوں اور پس منظروں کو ایک ہی اسلامی قالب میں ڈھال دیا۔ نعت کا یہ موضوع عصرِ حاضر کے بکھرے ہوئے مسلمانوں کو یہ احساس دلاتا ہے کہ ان کی بقا رنگ، نسل یا جغرافیہ میں نہیں بلکہ اس قلبی تعلق میں ہے جو کلمۂ توحید اور محبتِ رسول ﷺ کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری میں اس تاریخی اور فکری پہلو کی عکاسی کرتے ہوئے حسین ناصر خان لکھتے ہیں:

"میرے آقا ﷺ نے دیا ہے وہ اخوت کا سبق
غیر تھے سب، ہو گئے ہیں آج ہم تم آشنا

راجہ رشید محمود نے نبیِ رحمت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور اخوت کے اثرات کا تذکرہ بڑے واضح اور دلنشیں پیرائے میں کیا ہے، جس سے معاشرے پر مرتب ہونے والے خوشگوار اثرات سامنے آتے ہیں۔"(8)

مواخات کا تصور نعت میں ایک ایسے 'سائبان' کی صورت میں ابھرتا ہے جو تپتی ہوئی انسانیت کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ شعراء نے بڑی ہنرمندی سے یہ بات سمجھائی ہے کہ مدینہ میں قائم ہونے والا یہ بھائی چارہ محض ایک ہنگامی معاہدہ نہیں تھا بلکہ یہ ایمان کا وہ تقاضا تھا جس کے بغیر اسلام کی سماجی تشکیل نامکمل رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ نعت کے قارئین ان اشعار سے نہ صرف روحانی تسکین حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کے اندر سماجی ذمے داری کا شعور بھی بیدار ہوتا ہے۔ عصری نعت میں اس موضوع کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے زاہد ہمایوں اپنے تحقیقی مقالے میں رقم طراز ہیں:

"زمانہ اور مواخاتِ مدینہ کا زمانہ
سو میں گھر گھر فتوحاتِ مدینہ دیکھتا ہوں

جدید نعت گو شعراء نے نعت کے مضامین میں وسعت پیدا کی ہے اور مواخاتِ مدینہ جیسے موضوعات کے ذریعے امتِ مسلمہ کے موجودہ مسائل کا حل سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔"(9)

مواخاتِ مدینہ کا تذکرہ اردو نعت میں وحدتِ امہ کی وہ مضبوط ترین بنیاد ہے جس پر اسلامی تہذیب کی پوری عمارت استوار ہے۔ یہ موضوع ہمیں سکھاتا ہے کہ امت کی حقیقی طاقت اس کے اسلحے یا دولت میں نہیں بلکہ اس اخوت میں ہے جو مرکزِ مصطفیٰ ﷺ سے جڑے رہنے کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ نعت نگاروں نے اس مثالی خاکے کے ذریعے ہر عہد کے مسلمان کو یہ یاد دلایا ہے کہ اگر ہم دوبارہ ایک زندہ اور توانا امت بننا چاہتے ہیں، تو ہمیں مدینہ کے اسی ایثار اور بھائی چارے کو اپنے کردار میں ڈھالنا ہوگا۔ یہ پیغام نعت کو ایک ایسی آفاقی جہت عطا کرتا ہے جو رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ بنی رہے گی۔

حکیم الامت علامہ اقبال نے اسی فکری تسلسل کو اپنے کلام میں 'دینِ کامل' قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر مرکزِ مصطفیٰ ﷺ سے رشتہ کمزور پڑ جائے تو پھر ہر طرف 'بولہبی' کا راج ہوتا ہے۔ نعت میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ "دین ہمہ اوست" (یعنی آپ ﷺ ہی کل دین ہیں)، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کی اخلاقی، سماجی اور سیاسی زندگی کا ہر گوشہ اسی عشق کے زیرِ اثر ہونا چاہیے جو تفرقہ بازی کی ہر دیوار کو گرا دیتا ہے۔ یہی وہ تصورِ وحدت ہے جو نعت کو ایک عالمی تحریک میں بدل دیتا ہے۔ عشقِ رسول ﷺ اور وحدتِ امہ کے اس گہرے رشتے کے حوالے سے نوشین کوثر اپنے تحقیقی مقالے میں رقم طراز ہیں:

"آنحضرت ﷺ سے اس والہانہ عشق و محبت نے امت مسلمہ کی زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا... اتباعِ رسول ﷺ نے حبِ رسول ﷺ کی ایسی والہانہ صورت و کیفیت پیدا کر دی تھی جس کے بغیر یقین و عقیدہ کا ہر تصور بے معنی بن کر رہ گیا۔ اسی حقیقت کی طرف اقبال نے اشارہ کیا:

بر مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است "(11)

عشقِ رسول ﷺ کا ایک پہلو 'فنا فی الرسول' کی وہ کیفیت ہے جو امت کو باطل قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کا حوصلہ دیتی ہے۔ نعت نگاروں نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جب محبت کا یہ جذبہ انتہا کو چھوتا ہے، تو فرد اپنی ذات سے نکل کر امت کے وسیع تر مفاد میں ضم ہو جاتا ہے۔ یہی

وہ جذبہ ہے جس نے تاریخِ اسلام میں بڑے بڑے فتنوں کا رخ موڑ دیا اور مسلمانوں کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔ اردو نعت میں اس کیفیت کو نجات اور کامیابی کا واحد راستہ بتایا گیا ہے۔ کلام ملاحظہ کیجئے:

عبادت کے لئے الفتِ نبی ﷺ کی شرطِ اول ہے
بغیر اس کے اے ناداں تیرا سجدہ خالی خالی ہے (12)
یہی منزلِ طریقت کی، یہی ساحل شریعت کا
جسے ایمان کہتے ہیں، ہے نام ان کی محبت کا (13)

عصری نعت میں عشقِ رسول ﷺ کو 'آشوبِ زمانہ' کا علاج قرار دیا گیا ہے۔ آج جب امتِ مسلمہ داخلی خلفشار اور خارجی یلغار کا شکار ہے، نعت گو شعراء دوبارہ اسی محبت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ ان کے نزدیک امت کی بکھری ہوئی تسبیح کے دانوں کو دوبارہ پرونے کے لیے 'عشق کا دھاگا' ہی واحد ذریعہ ہے۔ یہ عشق انسان کو خود غرضی سے نکال کر ایثار کی اس معراج پر لے جاتا ہے جہاں امت کا ہر دکھ شاعر کا اپنا دکھ بن جاتا ہے۔

یعنی اردو نعت میں عشقِ رسول ﷺ وہ بنیادی ستون ہے جس پر وحدتِ امہ کی پوری عمارت استوار ہے۔ یہ عشق ہی وہ جذبہ ہے جو جغرافیائی سرحدوں کو عبور کر کے مسلمانوں کو ایک عالمی بھائی چارے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جب تک امت کے قلوب اس عشق سے منور رہیں گے، ان کی شیرازہ بندی میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکے گی۔ نعت کا ہر مصرع اس مرکزِ وحدت کی طرف واپسی کا راستہ دکھاتا ہے جہاں سے مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی بحالی وابستہ ہے۔ نعت گوئی کا یہ سفر دراصل امت کو اسی مقامِ بندگی کی طرف لے جانے کی سعی ہے جہاں سے وہ دوبارہ دنیا کی امامت کا فریضہ سنبھال سکے۔

نعت نگاروں کے نزدیک حضور ﷺ کی 'رحمت اللعالمینی' کا پہلو وحدتِ انسانیت اور عالمی امن کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ شعراء نے بڑی فصاحت سے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل انسانیت جس اضطراب اور وحشت کا شکار تھی، آپ ﷺ کے لائے ہوئے پیغامِ امن نے اسے سکونِ قلب اور تمدنی وقار عطا کیا۔ نعت میں جب 'خلقِ عظیم' کی بات ہوتی ہے، تو وہ دراصل اس معاشرتی رویے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جہاں دشمنوں کے لیے بھی دعا اور ظالموں کے لیے بھی عفو و درگزر کا راستہ کھلا رکھا گیا ہے۔

عالمی تناظر میں نعت نگاروں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آج کی دنیا جو ایٹمی ہتھیاروں اور ہوسِ ملک گیری کی آگ میں جل رہی ہے، اسے بجھانے کے لیے سیرتِ طیبہ کی شبنم درکار ہے۔ نعت کا یہ پہلو انسانیت کو یاد دلاتا ہے کہ فتح کا اصل راستہ تلوار نہیں بلکہ کردار کی قوت ہے۔ جب نعت گو 'فتحِ مکہ' کے منظر کو شعری قالب میں ڈھالتا ہے تو وہ دراصل فاتحِ عالم کے اس جود و سخا اور درگزر کا نقشہ کھینچتا ہے جس کی مثال پوری انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیرتِ طیبہ کی اسی ابدیت اور امن انگیزی پر روشنی ڈالتے ہوئے محمد اقبال جاوید رقم طراز ہیں:

"معاشرے میں سیرت و کردار کا حسن ابھارنا ہی نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا۔ آپ کے پیشِ نظر معاشرتی اعتبار، تہذیبی وقار اور تمدنی نکھار تھا۔ ایک ایسے معاشرے کا قیام جس سے دنیا زندگی کے ہر میدان میں پارسائی کا سبق لے۔ آپ ﷺ معلم تھے۔"(17)

اردو نعت محض حضور اکرم ﷺ کے اوصاف و شمائل کے بیان تک محدود نہیں رہی بلکہ یہ ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی دکھوں، فکری انتشار اور داخلی تفرقہ بازی کے خلاف ایک احتجاجی اور دردمندانہ صدائے بازگشت بن کر ابھری ہے۔ نعت گو شعراء نے جب بھی امتِ مسلمہ کو زوال کی پستیوں میں گرتے اور فرقہ واریت کی آگ میں جلتے دیکھا، ان کا تخلیقی وفور 'آشوبِ ملت' کے رنگ میں ڈھل گیا۔ یہ کرب دراصل اس تڑپ کا اظہار ہے جو ایک سچے امتی کے دل میں وحدتِ امہ کے خواب کے بکھر جانے پر پیدا ہوتا ہے۔ شعراء نے نعت کو ایک ایسا پلیٹ فارم بنایا ہے جہاں وہ امت کی بے عملی اور باہمی نفاق کا رونا روتے ہوئے بارگاہِ رسالت ﷺ سے مرہم کے طلب گار نظر آتے ہیں۔

اردو نعت میں تفرقہ بازی کا موضوع خاص طور پر بیسویں اور اکیسویں صدی کے حالات کا آئینہ دار ہے۔ شعراء نے یہ محسوس کیا ہے کہ امت کی طاقت اس کی عددی کثرت میں نہیں بلکہ اس باہمی اتحاد میں تھی جو اب فرقہ وارانہ جھگڑوں کی نذر ہو چکا ہے۔ نعت نگاروں کے نزدیک تفرقہ بازی وہ زہرِ قاتل ہے جس نے مسلمانوں کے جسدِ واحد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ جب نعت گو 'کچھ اخوت باہم مسلمانوں میں اب باقی نہیں' جیسے مصرعے کہتا ہے تو وہ دراصل اس المیے کی نشاندہی کر رہا ہوتا ہے جس نے امت کو عالمی سطح پر بے وقعت کر دیا ہے۔ اس موضوع پر راجہ رشید محمود کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے حسین ناصر خان لکھتے ہیں:

"راجہ رشید محمود امت کی مجموعی صورتحال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ امت کی بے عملی کا رونا بھی روتے ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ مسلمان اپنے دین سے دور ہو کر گمراہی کا شکار ہو رہا ہے تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

کچھ اخوت باہم مسلمانوں میں اب باقی نہیں
کیجئے سرکار ﷺ اس تفریقِ باہم کا علاج"(19)

نعت میں آشوبِ ملت کا ایک پہلو اخلاقی اقدار کا زوال بھی ہے۔ شعراء نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ آج کا مسلمان صرف زبان سے تو عشقِ رسول ﷺ کا دم بھرتا ہے لیکن اس کے عمل میں وہ تڑپ اور اتحاد نظر نہیں آتا جو صحابہ کرام کا طرۂ امتیاز تھا۔ تفرقہ بازی نے مسلمانوں کے ذہنوں پر وہ برف جمادی ہے کہ انہیں اپنے بھائی کا دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ نعت نگار اس صورتحال کو 'ذہنی امراض' سے تعبیر کرتے ہیں جن کا علاج صرف اور صرف تعلیماتِ نبوی ﷺ کی طرف واپسی میں ہے۔ عصری مسائل اور ملت کے زوال پر حفیظ تائب کے اشعار کی روشنی میں ڈاکٹر ثمینہ گل رقم طراز ہیں:

"اردو نعت میں جہاں تخلیق کاروں نے اپنے درد و غم کا مداوا نعت سے کیا وہاں انہوں نے امت کے احوال کی بے بسی کو بھی نمایاں کیا۔ حفیظ تائب کے ہاں اس حوالے سے تڑپ موجود ہے:

امت کو عروج پھر عطا ہو
غم سے ہے بہت نڈھال آقا ﷺ

اخلاق کا یہ کساد مولا

انصاف کا یہ زوال آقا ﷺ "(20)

اردو نعت کا یہ کرب صرف داخلی انتشار تک محدود نہیں بلکہ یہ عالمی سطح پر مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور ان کی بے حسی کو بھی محیط ہے۔ نعت گو شعراء نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ وہ امت جو کبھی قیصر و کسریٰ کو لرزہ براندام کر دیتی تھی، آج کیوں دنیا کے ہر خطے میں پامال ہو رہی ہے۔ اس کا جواب نعتوں میں یہی ملتا ہے کہ ہم نے 'روحِ محمد ﷺ' کو اپنے ابدان سے نکال دیا ہے اور تفرقہ بازی کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ یہ احساسِ ندامت نعت کو ایک اصلاحی تحریک میں بدل دیتا ہے۔ قومی و ملی آشوب کے حوالے سے معاصر نعت نگاری پر بحث کرتے ہوئے زاہد ہمایوں لکھتے ہیں:

"جب قوم بے بسی، بد حالی اور بے چارگی کا شکار ہوئی تو آں حضرت ﷺ کے حضور استغاثہ کے پہلو نعتیہ موضوعات کا حصہ بنے۔ جدید نعت گوؤں نے بالخصوص نعت کو انسانی باطن کی ایک جیتی جاگتی تہذیب بنا دیا ہے جہاں تفرقے کے بجائے وحدت کا درس ملتا ہے۔"(21)

یہ کہنا بجا ہو گا کہ اردو نعت نگاروں نے تفرقہ بازی اور آشوبِ ملت کو محض موضوع کے طور پر نہیں برتا بلکہ اسے اپنے ایمان کی آزمائش سمجھا ہے۔ ان کے اشعار میں موجود سوز و گداز اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو دوبارہ مجلد دیکھنا چاہتے ہیں۔ نعت کا یہ بیانیہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ امت کی بقا باہمی دست و گریبان ہونے میں نہیں بلکہ اس قلبی وابستگی میں ہے جو تا قیامت مرکزِ رسالت ﷺ سے جڑی ہوئی ہے۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جو امت کو ذلت کے اندھیروں سے نکال کر دوبارہ عزت و وقار کی شاہراہ پر لا سکتا ہے۔

اردو نعت کی شعری روایت میں استغاثہ و استمداد محض ایک صنف یا طرزِ اظہار نہیں بلکہ یہ ملتِ اسلامیہ کے اس کرب، اضطراب اور فکری و سیاسی زوال کی وہ صدا ہے جو بے بسی کے عالم میں اپنے آخری سہارے، یعنی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے۔ نعت گو شعراء نے جب بھی مسلمانوں کو داخلی انتشار یا خارجی استبداد کے نرغے میں پایا، انہوں نے اپنے جذبات کو فریاد کے سانچے میں ڈھال کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کیا۔ استغاثہ دراصل اس یقینِ کامل کا نام ہے کہ جب کائنات کے تمام دروازے بند ہو جائیں، تو درِ مصطفیٰ ﷺ ہی وہ واحد پناہ گاہ ہے جہاں سے امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارا نصیب ہو سکتا ہے۔

اردو نعت میں استغاثہ کا سب سے معروف اور موثر نمونہ مولانا الطاف حسین حالی کی وہ پکار ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کے جذبات کو زبان دی۔ حالی کا استغاثہ 'اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے' دراصل اس سیاسی اور تہذیبی شکست کا نوحہ تھا جس نے امت کے شیرازے کو بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ شعراء نے اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے امت کی بے مائیگی، اخلاقی پستی اور فکری جمود کو نعت کا موضوع بنایا اور حضور ﷺ سے دعا کی اپیل کی کہ ان کی ایک نظر کرم امت کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ استغاثہ و استمداد کے انہی پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے زاہد ہمایوں رقم طراز ہیں:

"جب قوم بے بسی، بد حالی، مفلسی اور بے چارگی کا شکار ہوئی تو آں حضرت محمد ﷺ کے حضور استغاثہ و استمداد کے پہلو نعتیہ موضوعات کا حصہ بنے۔ حالی اُمت کی بد حالی پر رسول اللہ ﷺ سے تخاطب کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بہ دعا ہونے کی دعا کرتے ہیں:

اے خاصہ ٔخاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے "(24)

اردو نعت میں فلسطین اور القدس کا تذکرہ خاص طور پر گہری عقیدت اور شدید کرب کے ساتھ ملتا ہے۔ شعراء نے مسجدِ اقصیٰ کو حضور ﷺ کے سفر معراج کا اہم مقام قرار دیتے ہوئے اس کی موجودہ حالت پر آنسو بہائے ہیں۔ نعت کے ان اشعار میں جہاں صیہونی استبداد کی مذمت ملتی ہے، وہیں مسلمانوں کی بے حسی پر بھی چوٹ کی گئی ہے۔ نعت نگاروں کے نزدیک فلسطین کا مسئلہ صرف زمین کا ٹکڑا نہیں بلکہ یہ ملتِ اسلامیہ کے وقار اور مرکزیت کا مسئلہ ہے، جس کا حل صرف اسوۂ محمدی ﷺ کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔ اس موضوع پر راجہ رشید محمود کی فکر کا تجزیہ کرتے ہوئے حسین ناصر خان لکھتے ہیں:

"راجہ رشید محمود کا عصری شعور بہت بلند ہے، وہ آشوبِ عصر کو محسوس کرتے ہیں اور اسے نعت میں سموتے ہیں۔ وہ فلسطین، عراق اور شام کے حالات پر تڑپ اٹھتے ہیں:

یہ حالاتِ فلسطین و عراق و شام ہیں آقا ﷺ
کہ خوں آشامیِ صیہونیت محسوس ہوتی ہے
حضور ﷺ! امریکہ و برطانیہ کے ہاتھوں
یہ دیکھیں ہوتی ہے صیہونیت کی نشو و نما"(27)

کشمیر کا مسئلہ بھی اردو نعت میں ایک دہکتے ہوئے موضوع کی طرح موجود ہے۔ شعراء نے وادیِ کشمیر کی پامالی اور وہاں کے مسلمانوں کی بے بسی کو جس درد کے ساتھ نظم کیا ہے، وہ قاری کے دل کو تڑپا دیتا ہے۔ نعت میں کشمیر کا تذکرہ اس فکری وابستگی کو ظاہر کرتا ہے کہ امتِ مسلمہ ایک جسدِ واحد کی طرح ہے اور اس کے ایک حصے کی تکلیف پوری امت کی تکلیف ہے۔ شعراء نے حضور ﷺ کے حضور یہ فریاد بلند کی ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے مکہ کے مظلوموں کی دستگیری کی تھی، اسی طرح کشمیر کے نہتے مسلمانوں کو بھی ظلم کی زنجیروں سے نجات دلائیں۔

المختصر اردو نعت میں عالمی اسلامی مسائل کا تذکرہ اس صنف کی معنوی وسعت اور فکری پختگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ مضامین نعت کو ایک ایسی عالمی آواز بناتے ہیں جو ظلم کے خلاف سینہ سپر ہے اور امنِ عالم کے لیے بارگاہِ رسالت ﷺ سے ہدایت کی طالب ہے۔ نعت نگاروں نے ان مسائل کو چھیڑ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ نعت صرف گزرے ہوئے واقعات کا تذکرہ نہیں بلکہ یہ موجودہ دور کے ہر انسانی اور تمدنی المیے کا جواب فراہم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ فکری سفر تا قیامت اسی طرح جاری رہے گا اور ہر دور کی مظلوم انسانیت کے لیے نعت ہی امید کا آخری سائبان بنی رہے گی۔

شاعرات نے اپنی نعتوں میں خاص طور پر خواتین کی عزت و حرمت اور ان پر ہونے والے مظالم کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں بطورِ دہائی پیش کیا ہے۔ نعت کا یہ پہلو 'وحدتِ جذبات' کو اس طرح اجاگر کرتا ہے کہ دورِ حاضر کی 'حوا کی بیٹی' خود کو اس پناہ گاہ کے قریب محسوس کرتی ہے جو چودہ سو سال پہلے عورت کو مقام و مرتبہ عطا کرنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ جب نعت گو شاعرات 'ناموسِ حوا' کی بات کرتی ہیں، تو وہ دراصل پوری امت

کی اخلاقی بقا کا سوال اٹھا رہی ہوتی ہیں۔ یہ فکری وابستگی نعت کو ایک سماجی اور تہذیبی احتجاج میں بدل دیتی ہے۔ خواتین کی نعتوں میں موجود اسی ملی تڑپ اور عصری استغاثے کے حوالے سے ذیل میں شمائلہ صدف اور شہناز مزمل کے منتخب اشعار نقل کیے ہیں:

نوچی جاتی ہیں کہیں حوا کے سر سے چادریں
ابنِ آدم ہے کہیں مظلوم، اک چشمِ کرم(31)
جھلس گئی ہوں تمازت سے گرم موسم کی
سحاب بھیجیے رحمت کا میرے گھر آقا(32)

اردو شاعرات کے ہاں 'وحدتِ جذبات' کا ایک اور اہم مظہر مدینہ منورہ سے وابستگی ہے۔ ان کے لیے مدینہ محض ایک شہر نہیں بلکہ امت کے تمام دکھوں کا مداوا ہے۔ نعت نگار خواتین جب مدینے کی خاک یا گنبدِ خضراء کا تذکرہ کرتی ہیں، تو ان کے لاشعور میں یہ بات موجود ہوتی ہے کہ یہی وہ مرکز ہے جہاں امت کی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ مل سکتی ہے۔ ان کے ہاں 'حاضری کی تمنا' دراصل اس 'اجتماعی بیداری' کی تڑپ ہے جو مسلمانوں کو فکری غلامی سے نجات دلا سکتی ہے۔ نعت نگاری کا یہ اسلوب امت کے درمیان جذباتی ہم آہنگی پیدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

اسلوبیاتی طور پر ان نعتوں میں سادگی، سوز اور تاثیر کا ایسا امتزاج ملتا ہے جو براہِ راست دلوں پر دستک دیتا ہے۔ خواتین نعت نگاروں نے 'درود و سلام' کے مضامین کو بھی وحدت کے تناظر میں برتا ہے، جہاں پوری دنیا کے مسلمان ایک ہی وقت میں ایک ہی ہستی پر صلاۃ و سلام بھیج کر اپنی مرکزیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ نعت کا یہ پہلو مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ وہ چاہے کہیں بھی ہوں، ان کی روحوں کا قبلہ اور ان کی امیدوں کا مرکز ایک ہی ہے۔

اردو نعتیہ ادب میں 'نظامِ مصطفیٰ ﷺ' محض ایک مذہبی اصطلاح نہیں بلکہ ایک ایسے مکمل اور ہمہ گیر ضابطۂ حیات کا عنوان ہے جو امتِ مسلمہ کے تمام سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ نعت گو شعراء نے بڑی فکری گہرائی کے ساتھ یہ نکتہ اجاگر کیا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی اور داخلی انتشار کا واحد سبب اس نظام سے روگردانی ہے۔ شعراء کے نزدیک امت کی یکجہتی کا خواب تبھی شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے جب انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام معاملات کو اسی نبوی سانچے میں ڈھالا جائے جس نے چودہ سو سال قبل ایک منتشر اور جاہل قوم کو دنیا کی مہذب ترین امت بنا دیا تھا۔

نعت نگاروں نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ حضور ﷺ کا لائے ہوئے نظام میں زندگی کے ہر شعبے کے لیے واضح رہنمائی موجود ہے۔ جب نعت میں 'عدلِ محمدی ﷺ' یا 'مساواتِ نبوی ﷺ' کی بات ہوتی ہے، تو وہ دراصل اس سماجی ڈھانچے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جہاں طاقتور اور کمزور کے لیے ایک ہی قانون ہے۔ شعراء کے نزدیک امت کی یکجہتی کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان مصنوعی اور مغربی نظاموں کے بجائے اس ابدی دستور کی طرف رجوع کریں جس کی بنیاد وحیِ الٰہی پر استوار ہے۔ یہ فکری بازگشت نعت کو محض ایک صنفِ سخن سے بلند کر کے ایک انقلابی منشور کی شکل دے دیتی ہے۔

نعت نگاروں نے امت کی یکجہتی کے لیے 'اطاعتِ رسول ﷺ' کو مرکزِ ثقل قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک جب تک قانونِ مصطفیٰ ﷺ کو سپریم نہیں مانا جائے گا، تب تک فکری یکسوئی پیدا نہیں ہو سکتی۔ نعت کے اشعار میں یہ پکار بار بار سنائی دیتی ہے کہ ہماری نجات کسی عالمی ادارے یا مادی طاقت میں نہیں بلکہ اس 'دستورِ مدینہ' میں ہے جو اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنے عمل سے ثابت کیا۔ یہ اسلوب نعت کو ایک سماجی اور سیاسی بصیرت عطا کرتا ہے جو امت کو مشکل حالات میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

اردو نعت میں وحدتِ امہ کا ایک اہم پہلو امت کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور اس کے کھوئے ہوئے عروج کی تمنا ہے۔ حفیظ تائب ایسے بلند پایہ نعت گو شعراء نے امت کی موجودہ کسمپرسی کو ایک 'آشوب' کے طور پر محسوس کیا ہے۔ ان کی نعتوں میں موجود استغاثہ دراصل اس بیداریِ نو کی پکار ہے جو مسلمانوں کو دوبارہ اقوامِ عالم میں ممتاز دیکھنا چاہتی ہے۔ وہ امت کے موجودہ دکھوں کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے دعائیہ انداز میں رقم طراز ہیں:

امت کو عروج پھر عطا ہو
غم سے ہے بہت نڈھال آقا ﷺ(37)

وحدتِ امہ کا تصور نعت میں جغرافیائی سرحدوں کو عبور کر کے ایک عالمی درد کی صورت میں ابھرتا ہے۔ جدید نعت میں یہ احساس بہت گہرا ہے کہ امتِ مسلمہ ایک جسدِ واحد ہے اور دنیا کے کسی بھی کونے میں بسنے والے مسلمان کا دکھ پوری امت کا دکھ ہے۔ صبیح رحمانی کے نعتیہ اشعار میں فلسطین سے کشمیر تک پھیلی ہوئی بے چینی اور خوف کی فضا کو جس طرح بیان کیا گیا ہے، وہ وحدتِ جذبات کی بہترین مثال ہے۔ وہ وقت کی بدلتی ہوئی نبض کو ان الفاظ میں محسوس کرتے ہیں:

وقت کی دھڑکنیں خوف سے بند ہیں
صحنِ اقصیٰ سے دہلیزِ کشمیر تک(38)

اردو نعت میں وحدتِ امہ کی منزل کا حصول 'رحمتِ محمدی ﷺ' کے وسیع سائے میں تلاش کیا گیا ہے۔ شعراء کا یہ پختہ یقین ہے کہ امت کی خطائیں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، حضور ﷺ کا دامنِ شفقت ان سب کی تلافی کے لیے کافی ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کے ہاں یہ تصورِ وحدت اس دعا میں بدل جاتا ہے کہ امت کی رسوائیوں کو عزت و توقیر میں بدل دیا جائے اور اسے دوبارہ عالمی سطح پر ایک معزز مقام عطا ہو۔ ان کی فریاد کا رنگ ملاحظہ ہو:

امت کی خطاؤں سے ہے بالاتری رحمت
کر دے صفِ اقوام میں پھر ہم کو معزز(41)

نعت نگاروں نے ان منتخب اشعار کے ذریعے یہ پیغام عام کیا ہے کہ امتِ مسلمہ کی نجات کا واحد حل 'مرکزِ مصطفیٰ ﷺ' سے وابستگی میں ہے۔ وحدتِ امہ کا یہ تصور نعت کو ایک ایسی تحریک بنا دیتا ہے جو مسلمانوں کو فکری غلامی اور گروہ بندی سے نکال کر ایک عالمگیر نظریاتی یکجہتی کی طرف

لے جاتی ہے۔ نعت کے یہ مضامین ثابت کرتے ہیں کہ جب تک امت کے قلوب عشقِ رسول ﷺ اور اتباعِ سنت کی تپش سے منور رہیں گے، ان کی شیرازہ بندی کو کوئی مادی طاقت ختم نہیں کر سکے گی۔

اردو نعت میں وحدتِ امہ کا موضوع عصرِ حاضر کے تمام تمدنی اور سیاسی مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ شعراء نے بڑی جرات کے ساتھ ان داخلی اور خارجی فتنوں کی نشاندہی کی ہے جو اتحادِ امت میں رکاوٹ ہیں۔ نعت کی یہ فکری شمع امت کو اندھیروں سے نکال کر اس اجالے کی طرف بلاتی ہے جہاں امن، عدل اور باہمی محبت کی حکمرانی ہے۔ یہ صنفِ سخن رہتی دنیا تک مسلمانوں کو یہ یاد دلاتی رہے گی کہ ان کی حقیقی طاقت صرف اور صرف اس رشتے میں ہے جو انہیں اپنے پیارے نبی ﷺ سے جوڑتا ہے۔

اردو نعت میں استغاثہ اور فریاد کا وہ رنگ جو بیسویں صدی کے آغاز میں ابھرا، اس نے نعت کو ایک سماجی اور سیاسی معنویت عطا کی۔ مولانا الطاف حسین حالی نے امت کے زوال اور اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو جس درد کے ساتھ نظم کیا، وہ اردو نعت کی تاریخ میں ایک موڑ ثابت ہوا۔ ان کے ہاں حضور ﷺ کی ذات 'نگہبان' کی حیثیت سے سامنے آتی ہے جو امت کو تباہی کے بھنور سے نکالنے کی واحد امید ہے۔ حالی کی یہ پکار دراصل پوری امت کی آواز بن گئی، جس نے مسلمانوں کو اپنی حالتِ زار پر غور کرنے اور ایک مرکز پر جمع ہونے کی تحریک دی۔ اس عظیم نوحے کا رنگ ملاحظہ ہو:

فریاد اے کشتیِ اُمت کے نگہبان!
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے(42)

امتِ مسلمہ کی موجودہ صورتحال کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری ان کی عدمِ تنظیم اور داخلی انتشار ہے۔ عصرِ حاضر کے نعت گو شعراء، بالخصوص راجہ رشید محمود نے اس نکتے کو اپنی شاعری کا مستقل موضوع بنایا ہے۔ ان کے نزدیک وحدتِ امہ کا خواب تبھی شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے جب بکھرے ہوئے مسلمانوں کو دوبارہ نبوی اصولوں کے تحت منظم کیا جائے۔ وہ حضور ﷺ سے جس تنظیمِ نو کی استدعا کرتے ہیں، وہ دراصل امت کے جسدِ واحد بننے کی تڑپ ہے، کیونکہ جب تک یہ گروہ منظم نہیں ہوگا، دشمن کی یلغار کا مقابلہ ممکن نہیں۔ ان کے اشعار میں یہ فکری بے چینی اس طرح نمایاں ہوتی ہے:

ان کو سرکار ﷺ پھر اک بار منظم کیجئے
آپ ﷺ کے بندوں کا بکھرا ہوا شیرازہ ہے(43)

وحدتِ امہ کے حصول کے لیے نعت نگاروں نے جس بنیادی حل کی نشاندہی کی ہے، وہ 'قانونِ مصطفیٰ ﷺ' کی حاکمیت ہے۔ شعراء کا یہ پختہ یقین ہے کہ دنیا کے تمام مصنوعی اور مادی قوانین مسلمانوں کو وہ استحکام فراہم نہیں کر سکتے جو شریعتِ محمدی ﷺ میں موجود ہے۔ نعت کے اشعار میں یہ پیغام بار بار دہرایا گیا ہے کہ امت کے تمام سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کا حل اسی ابدی ضابطۂ حیات میں پوشیدہ ہے جو حضور ﷺ نے عطا فرمایا۔ یہ راہِ عمل ہی وہ واحد جادہ ہے جس پر چل کر امت اپنی گم گشتہ عظمت کو دوبارہ پا سکتی ہے۔

اردو نعت میں نعت گوئی کے فن کو بھی وحدتِ امہ کی ایک صورت قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی جیسے مفکر شعراء کے نزدیک نعت لکھنا صرف الفاظ کی ترتیب نہیں بلکہ امت کے منتشر عناصر کو یکجا کرنے کا ایک روحانی عمل ہے۔ ان کے نزدیک نعت کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ وہ ان تمام 'گل ہائے پریشاں بخت' (یعنی بکھرے ہوئے مسلمانوں) کو ایک گلدستے کی صورت میں پرو دے۔ نعت کا یہ پہلو اسے ایک ادبی صنف سے بلند کر کے ایک تعمیری اور اصلاحی قوت بنا دیتا ہے جو معاشرے کی شیرازہ بندی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اس جمالیاتی اور ملی مشن کا اظہار ان الفاظ میں ملتا ہے:

منتشر امت کے گل ہائے پریشاں بخت کا
ایک گلدستہ بنا دینا بھی ان کی نعت ہے (45)

نعت نگاروں نے ان اشعار کے ذریعے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ وحدتِ امہ محض ایک سیاسی ضرورت نہیں بلکہ ایک ایمانی تقاضا ہے۔ شعراء نے بڑی جرات کے ساتھ ان تمام رکاوٹوں کی نشاندہی کی ہے جو اتحادِ امت کی راہ میں حائل ہیں، چاہے وہ داخلی خود غرضی ہو یا خارجی سازشیں۔ نعت کا یہ بیداری آفریں رنگ مسلمانوں کے اندر یہ شعور پیدا کرتا ہے کہ ان کی انفرادی نجات بھی اجتماعی اتحاد میں ہی پوشیدہ ہے۔ یہ صنفِ سخن امت کو اس 'نورِ بندگی' کی طرف بلاتی ہے جو ہر قسم کے تفرقے کو مٹانے کی قوت رکھتا ہے۔

اردو نعت میں وحدتِ امہ کا تصور محض ایک جذباتی وابستگی نہیں بلکہ ایک ٹھوس فکری اور تہذیبی نظام کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اس مطالعے سے یہ ثابت ہوا کہ نعت نگاروں نے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو امت کے منتشر شیرازے کو جوڑنے کے لیے 'مرکزِ ثقل' کے طور پر پیش کیا ہے۔ میثاقِ انبیاء سے لے کر مواخاتِ مدینہ تک اور نسلی امتیاز کے خاتمے سے لے کر عصری استغاثہ تک، نعت کا ہر پہلو مسلمانوں کو ایک جسدِ واحد بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ اردو نعت نے ثابت کر دیا ہے کہ امت کی فکری اور سیاسی بقا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ اپنے تمام تر اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسوۂ حسنہ کو اپنا عالمی منشورِ امن بنا لیں۔

تحقیق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ اردو نعت اب محض ثواب کی نیت سے لکھی جانے والی روایتی صنف نہیں رہی بلکہ یہ مسلمانوں کی 'اجتماعی بیداری' کی ایک طاقتور ادبی تحریک بن چکی ہے۔ شعراء نے نعت کے پیرائے میں عالمی اسلامی مسائل (فلسطین، کشمیر، عراق) کو جس درد کے ساتھ پیش کیا ہے، اس نے نعت کو امت کے مشترکہ دکھوں کا ترجمان اور ایک آفاقی احتجاجی بیانیہ بنا دیا ہے۔ یہ صنفِ سخن مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا کرنے میں کامیاب رہی ہے کہ ان کی اصل طاقت جدید مادی وسائل میں نہیں بلکہ اس قلبی حرارت اور عشقِ رسول ﷺ میں ہے جو انہیں ہر قسم کے تفرقے سے بلند کر کے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا سکتا ہے۔

اردو نعتیہ ادب کا فکری مطالعہ اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے کہ یہ صنفِ سخن محض انفرادی عقیدت اور داخلی جذبات کی تسکین کا ذریعہ نہیں رہی، بلکہ اس نے ایک ہمہ گیر ملی منشور کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ وحدتِ امہ کا تصور نعت کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر چکا ہے کہ شاعر جب بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لب کشائی کرتا ہے، وہ امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جوڑنے کی تمنا ضرور ظاہر کرتا ہے۔ نعت گو شعراء نے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو ایک ایسی فکری اساس قرار دیا ہے جو مسلمانوں کو فروعی اختلافات کی گرد سے نکال کر

ایک عالمگیر نظریاتی یکجہتی سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ یہ شعری بیانیہ ثابت کرتا ہے کہ امت کی بقا کسی مادی سہارے میں نہیں بلکہ اس قلبی وابستگی میں ہے جو تاقیامت مرکزِ رسالت ﷺ سے جڑی ہوئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. نوشین کوثر، کرناٹک میں اردو نعتیہ شاعری: فکری وفنی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، گلبرگہ یونیورسٹی، گلبرگہ، 2017ء، ص72
2. ڈاکٹر محمد اعجاز تبسم، کلام مظہر الدین مظہر میں موضوعاتی تنوع، مشمولہ: سہ ماہی پیغام آشنا، شمارہ89، جلد22، اسلام آباد، 2022ء، ص96
3. احمد ندیم قاسمی، انوارِ جمال، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2011ء، ص60
4. ایضاً، ص46
5. مظہر الدین مظہر، کلیاتِ مظہر، مرتبہ: ارسلان احمد ارسل، ارفع پبلشرز، لاہور، 2013ء، ص771
6. حسین ناصر خان، راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی جائزہ، مقالہ برائے ایم فل اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، 2004ء، ص56
7. زاہد ہمایوں، معاصر اُردو نعت گو شعراء کا موضوعاتی، فنی اور اسلوبی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2019ء، ص35
8. نوشین کوثر، کرناٹک میں اردو نعتیہ شاعری: فکری وفنی مطالعہ، ص75
9. نورانی بنوری، انوارِ رحمت، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، س ن، ص ۳۲
10. جوہر صدیقی، ورفعنا لک ذکرک، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، ص ۲۳
11. محمد اقبال جاوید، پروفیسر، اسوہ حسنہ اردو نعت کے آئینے میں، مشمولہ: اردو نعت میں تجلیاتِ سیرت، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، 2015ء، ص131
12. حسین ناصر خان، راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی جائزہ، ص112
13. ثمینہ گل، ڈاکٹر، اردو نعت کا موضوعاتی جائزہ، مشمولہ: سہ ماہی تحقیقات ریسرچ جرنل، شمارہ3، لاہور، 2025ء، ص5
14. زاہد ہمایوں، معاصر اُردو نعت گو شعراء کا موضوعاتی، فنی اور اسلوبی مطالعہ، ص31
15. حسین ناصر خان، راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی جائزہ، ص115
16. حسین ناصر خان، راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی جائزہ،، ص113-114
17. شائلہ صدف، موجِ کرم، ص:۵۳
18. شہناز مزمل، عشقِ مزمل، ص:۳۸
19. حفیظ تائب، کائناتِ حفیظ تائب، القمر انٹر پرائزز، لاہور، س ن، ص150
20. صبیح رحمانی، نعت رنگ، ص25
21. عاصی کرنالی، ڈاکٹر، حرفِ شیریں، ایجوکیشنل پریس کراچی، 1993ء، ص27
22. الطاف حسین حالی، مسدسِ حالی، مدون: ڈاکٹر سید تقی عابدی، ماشر تقی عابدی، 1979ء، ص146

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Naushin Kausar, *Karnatak mein Urdu Na'tiya Sha'iri: Fikri o Fanni Mutala'a*, Maqalah baraye PhD, Gulbarga University, Gulbarga, 2017, p. 72
2. Dr. Muhammad Ijaz Tabassum, *Kalam Mazhar-ud-Din Mazhar mein Mawzu'ati Tanawwu'*, Mashmoola: Sah-maahi Paigham Aashna, Shumara 89, Jild 22, Islamabad, 2022, p. 96

3. Ahmad Nadeem Qasmi, *Anwar-e-Jamal*, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2011, p. 60
4. Aizan, p. 46
5. Mazhar-ud-Din Mazhar, *Kulliyat-e-Mazhar*, Murattib: Arsalan Ahmad Arsal, Arfa Publishers, Lahore, 2013, p. 771
6. Husain Nasir Khan, *Raja Rasheed Mahmood ki Na'tiya Sha'iri ka Tanqeedi Jaiza*, Maqalah baraye MPhil Urdu, Government College University, Faisalabad, 2004, p. 56
7. Zahid Hamayun, *Mu'asir Urdu Na't Go Shu'ara ka Mawzu'ati, Fanni aur Uslubi Mutala'a*, Maqalah baraye PhD, International Islamic University, Islamabad, 2019, p. 35
8. Naushin Kausar, *Karnatak mein Urdu Na'tiya Sha'iri: Fikri o Fanni Mutala'a*, p. 75
9. Nawarani Banori, *Anwar-e-Rahmat*, Na't Research Centre, Karachi, s.n., p. 32
10. Johar Siddiqi, *Wa Rafa'na Laka Zikrak*, Na't Research Centre, Karachi, p. 23
11. Prof. Muhammad Iqbal Javed, *Uswa-e-Hasanah Urdu Na't ke Aaine Mein*, Mashmoola: *Urdu Na't mein Tajalliyat-e-Seerat*, Na't Research Centre, Karachi, 2015, p. 131
12. Husain Nasir Khan, *Raja Rasheed Mahmood ki Na'tiya Sha'iri ka Tanqeedi Jaiza*, p. 112.
13. Dr. Sameena Gul, *Urdu Na't ka Mawzu'ati Jaiza*, Mashmoola: Sah-maahi Tahqiqat Research Journal, Shumara 3, Lahore, 2025, p. 5
14. Zahid Hamayun, *Mu'asir Urdu Na't Go Shu'ara ka Mawzu'ati, Fanni aur Uslubi Mutala'a*, p. 31
15. Husain Nasir Khan, *Raja Rasheed Mahmood ki Na'tiya Sha'iri ka Tanqeedi Jaiza*, p. 115
16. Husain Nasir Khan, *Raja Rasheed Mahmood ki Na'tiya Sha'iri ka Tanqeedi Jaiza*, pp. 113–114
17. Shumaila Sadaf, *Mauj-e-Karam*, p. 53.
18. Shehnaz Muzammil, *Ishq-e-Muzammil*, p. 38
19. Hafeez Taib, Kainaat-e-Hafeez Taib, Al-Qamar Enterprises, Lahore, s.n., p. 150
20. Sabeeh Rahmani, Naat Rang, p. 25
21. Dr. Aasi Karnali, Harf-e-Sheerin, Educational Press, Karachi, 1993, p. 27
22. Altaf Husain Hali, Musaddas-e-Hali, Mudawwin: Dr. Syed Taqi Abidi, Mashir: Taqi Abidi, 1979, p. 146